Critical and Analytical Study of Economic Issues in Twentieth Century Pakistani Urdu Fiction

بیسویں صدی کے پاکستانی اردو افسانے میں معاشی مسائل کا تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ

Nazia Noreen*[1]
PhD Scholar, Department of Urdu, MY University, Islamabad
Dr. Imtiaz Hussain *[2]
Assistant Professor, Department of Urdu, Commerce College, Sargodha

نازیہ نورین☆[1]
پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، مسلم یوتھ یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر امتیاز حسین☆[2]
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، کامرس کالج، سرگودھا

Correspondance: nazianoreen1984@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 26-01-2026
Accepted:28-03-2026
Online:31-03-2026

Copyright:© 2026 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: The Pakistani Urdu short story of the twentieth century is a powerful reflection of the social, political, and economic realities of its age. The writers of this period portrayed economic inequality, poverty, unemployment, class division, exploitation, capitalist attitudes, and the sufferings of the working class in a highly realistic manner. This research presents a critical and analytical study of economic issues in twentieth-century Pakistani Urdu short stories in order to examine how Urdu fiction highlights the economic contradictions of society and their impact on human life .The study analyzes selected short stories of prominent Urdu fiction writers in which themes such as the widening gap between the rich and the poor, the hardships of laborers, inflation, unemployment, migration, economic exploitation of women, and the unequal distribution of resources occupy a central position. These writers not only depicted economic crises but also explored the

psychological conflicts, family disintegration, sense of deprivation, and decline of moral values caused by such conditions.The research concludes that the twentieth-century Pakistani Urdu short story is not merely a literary expression but also an important document of the economic realities of its time. Through realistic and artistic representation, these stories enable readers to observe the harsh conditions of society and deeply experience their social and human consequences. Thus, Urdu short fiction plays a significant role in raising social awareness and exposing class-based injustice and exploitation.

KEYWORDS:Pakistani Urdu Short Story, Economic Issues, Poverty, Class Division, Exploitation, Unemployment, Working Class, Social Inequality, Twentieth Century, Urdu Fiction.

بیسویں صدی اِس پورے خطے خاص طور پر پاکستانی معاشرتی منظر نامے میں کئی تغیرات لیے ظہور پذیر ہوئی۔ پاکستان کے قیام، ہجرت کے دل خراش واقعات، جاگیر دارانہ نظام، طبقاتی کشمکش، غربت، مہنگائی اور معاشی نظام جیسے مسائل نے عام لوگوں کی زندگی کو شدید طور پر متاثر کیا۔ ادب چوں کہ معاشرے کی نمائندگی کا فریضہ سرانجام دیتا ہے اسی حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے پاکستانی اردو افسانہ نگاروں نے ان مسائل کا باریک بینی سے جائزہ لے کر انہیں اپنی تحریروں کا حصہ بنایا ۔اگر پاکستانی افسانوں کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ان کا مطمع نظر محض تفریح یا تخیل کی دنیا تک محدود نہیں بلکہ ان کا دائرہ کار طبقاتی تضادات، انسانی المیوں اور سماجی رویوں کی تشریح تک پھیلا ہوا ہے اور اس کی حیثیت ایک مستند اور معتبر دستاویز کی ہو گئی ہے۔ بیسویں صدی کے اردو افسانہ نگاروں نے انہیں پس منظر کے طور پر نہیں بلکہ مرکزی موضوع کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔

دنیا کے دیگر ممالک کی طرح پاکستانی اردو افسانہ نگاروں نے معاشی مسائل سے جُڑے افراد کی نفسیات، خاندانی تعلقات اور ان سے منسلک اخلاقی اقدار کو سماجی رویوں کے ساتھ منضبط کر کے پیش کیا ہے اسی وجہ سے اردو افسانہ بیسویں صدی کے پاکستانی معاشرے کے معاشی و اقتصادی ڈھانچے اور ساخت کو سمجھنے کا اہم اور مؤثر ترین ذریعہ بن چکا ہے۔ پروفیسر قمر رئیس اپنی تخلیق "اردو میں بیسویں صدی کا افسانوی ادب" میں کہتے ہیں:

"بلاشبہ اردو افسانہ ہمارے نثری ادب میں فن، تکنیک اور فکر و نظر کے اعتبار سے ترقی یافتہ اور ترجیحی طور پر ایک پسندیدہ صنف کا درجہ رکھتا ہے۔ مغربی افسانہ کے رجحانات سے استفادہ کے باوجود اس کی ایک علیحدہ شناخت ہے اس لیے ہماری روایات کا خون بھی اس کی شریانوں میں در آتا ہے لیکن افسوس ہندوپاک میں تحقیقی و تنقیدی زاویہ نظر سے افسانہ کے ارتقائی سفر کا اور اس کے ماخذوں کا کوئی معتبر اور گہرا مطالعہ اب تک سامنے نہیں آسکا۔"(1)

معاشی مسائل کا تعارف:

معاشی مسائل اور انسانوں کے تعلق کی تاریخ بہت پرانی ہے جب سے انسان نے اس کرۂ ارض پر زندگی گزارنا شروع کی ہے تبھی سے اسے اپنی ضروریات کو پورا کرنے میں انتہائی مشکلات کا سامنا رہا ہے۔ ان معاشی مسائل میں امیر اور غریب کے درمیان تفاوت، دولت کی غیر مساوی تقسیم، روزگار کی عدم دستیابی اور استحصالی نظام اس کی بڑی وجوہات ہیں۔ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی جانب سے وضع کیا گیا خود ساختہ اور ظلم و جبر پر مبنی نظام سے عام آدمی خاص طور پر مزدور طبقہ پِس کر رہ گیا ہے۔

بقول ڈاکٹر علامہ اقبال:

ے جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی
اِس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

امجد اسلام امجدؔ اسی بات کو اپنے انداز میں اِس طرح بیان کرتے ہیں:

ے خدا کا رزق تو ہرگز زمین پر کم نہیں یارو
مگر یہ کاٹنے والے مگر یہ باٹنے والے

تقسیم ہند کے معاشی اثرات:

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ جہاں تقسیم ہند کے وقت خون کی ہولی کھیلتے ہوئے لاکھوں انسانوں کو بے دردی کے ساتھ خون میں نہلا دیا گیا۔ عورتوں کی عزتیں پامال کی گئیں، وہیں پر ہجرت کے نتیجے میں دیگر بے شمار مسائل بھی سامنے آئے جن میں معاشی مسائل سرِ فہرست ہیں۔ لُٹے پٹے مہاجرین جب قافلوں کی شکل میں پاکستان پہنچے تو ان کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ رہائش، خوراک اور روزگار کا تھا۔ حکومت کے پاس وسائل انتہائی قلیل اور حالات سخت دگرگوں تھے۔ ان حالات نے بہت سے افسانہ نگاروں کی توجہ اپنی جانب کھینچی اور انہوں نے اپنی تخلیقات میں انہیں موضوعِ بحث بنایا ۔مثلاً سعادت حسن منٹو ایسے افسانہ نگار ہیں جنھوں نے اس انسانی اور معاشی المیے اور ہولناکی کو پوری قوت اور بے باکی کے ساتھ پیش کیا۔ اِن کے افسانوں کھول دو، کالی شلوار اور ہتک وغیرہ میں معاشی ناہمواریوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اخلاقی اور سماجی بے چارگی کو واضح انداز میں اٹھایا گیا ہے۔ کرشن چندر "پشاور ایکسپریس" میں ایک جگہ ہجرت کے موضوع پر لکھتے ہیں:

> "جالندھر سے ادھر پٹھانوں کا ایک گاؤں تھا۔ یہاں پر گاڑی روک کر لوگ گاؤں میں گھس گئے۔ سپاہی، مہاجرین اور جاٹ پٹھانوں نے مقابلہ کیا لیکن آخر میں مارے گئے، بچے اور مرد ہلاک ہو گئے تو عورتوں کی باری آئی اور وہیں اس کھلے میدان میں جہاں گیہوں کے کھلیان لگائے جاتے تھے اور سرسوں کے پھول مسکراتے تھے اور عفت مآب بیبیاں اپنے خاوندوں کی نگاہِ شوق کی تاب نہ لا کر کمزور شاخوں کی طرح جھکی جھکی جاتی تھیں۔"(2)

مفلسی اور طبقاتی خلیج:

پاکستانی اردو افسانے میں مفلسی اور غربت ہمیشہ سے مستقل موضوع رہی ہے۔ افسانہ نگاروں نے غریب طبقے کی لاچاریوں، بھوک، افلاس اور احساسِ محرومی کو حقائق کے ساتھ بیان کیا ہے۔ امیر اور غریب طبقوں کے درمیان پنپتی ہوئی خلیج نے سماجی اور معاشرتی ناانصافی کو ہوا دی ہے چناں چہ پاکستانی افسانہ نگاروں نے اس روش پر شدید تنقید کرتے ہوئے اپنے سخت تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ خاص طور پر غلام عباس نے ان امور کو موضوع بحث بنایا ہے۔ ان کے اکثر کردار معاشی مسائل، ناانصافی اور استحصال کا شکار نظر آتے ہیں۔ مثلاً "آنندی" میں سرمایہ درانہ نظام کی قباحتوں اور سماجی منافقت زدہ چہرے کو علامتی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

روزگار کے مسائل اور متوسط طبقہ:

پاکستانی اردو افسانے میں جس طبقے کی نمائندگی سب سے زیادہ کی گئی ہے۔وہ متوسط طبقہ کی حیثیت اور نام سے جانا جاتا ہے۔ مناسب تعلیم کے باوجود بھی روزگار کی عدم دستیابی، معاشی پریشانیاں اور سماجی رویوں کی بدولت آج کی نوجوان نسل ذہنی طور پر شدید دباؤ کا شکار ہے کیوں کہ یہ طبقہ اپنی سفید پوشی کا بھرم رکھتے ہوئے اندرونی طور پر انتہائی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ انتظار حسین کی افسانہ نگاری، جس میں عصرِ حاضر کا انسان داخلی تنہائی اور بے چینی کا شکار ہے جس کی بنیادی وجہ معاشی عدم استحکام کا عنصر ہے۔ اِن کے زیادہ تر کردار معاشرتی تبدیلیوں اور معاشی دباؤ کے باعث نفسیاتی طور پر الجھنوں کا شکار دکھائی دیتے ہیں۔

عورتوں کے معاشی مسائل:

پاکستانی اردو افسانے کا ایک بڑا اور اہم موضوع عورتوں کے معاشی مسائل اور ان کے استحصال پر مشتمل ہے۔ ہمارے معاشرے میں عورت کو اکثر مفلسی، بے روزگاری اور معاشی مجبوریوں کی وجہ سے معاشی استحصال اور جبر برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اسی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے بہت افسانہ نگاروں نے عورت کی اس لاچارگی، بے بسی اور معاشی تکلیفوں کو انتہائی ماہرانہ اور فنی و فکری انداز میں پیش کیا ہے۔ خاص طور پر عصمت چغتائی نے عورتوں کے ان مسائل کو بڑی بے باکی اور کھلے انداز میں اپنی تحریروں کا حصہ بنایا ہے۔ اس کے علاوہ بانو قدسیہ نے بھی متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والی خواتین کے نفسیاتی و معاشی مسائل کو اجاگر کیا ہے۔ عصمت چغتائی اپنے افسانے "جڑیں" میں بیان کرتی ہیں:

> "سب کے چہرے فق تھے، گھر میں کھانا بھی نہ پکا تھا۔ آج چھٹا روز تھا۔ بچے
> سکول چھوڑے گھروں میں بیٹھے اپنی اور سارے گھر والوں کی زندگی وبال
> کیے دے رہے تھے۔ وہی مار کٹائی، دھول دھپا، وہی اودھم اور قلا بازیاں
> جیسے 15 اگست آیا ہی نہ ہو۔ کمبختوں کو یہ بھی خیال نہیں کہ انگریز چلے گئے
> اور چلتے چلتے ایسا گہرا گھاؤ مار گئے جو برسوں رہے گا۔"(3)

دیہی کسانوں کے مسائل:

پاکستانی اردو افسانے میں دیہی زندگی اور اس سے جڑے مسائل خاص طور کسانوں کی ابتر صورتحال پر بھی کھل کر اظہار خیال کیا گیا ہے جن میں مفلسی، تنگ دستی، حق جائیداد اور دن رات کام کرنے کے باوجود ابتر معاشی صورتحال وغیرہ خصوصی طور شامل ہیں۔ بڑے بڑے سرمایہ دار، جاگیر دار اور آڑھتی طبقہ غریب کسانوں کی دن رات محنت سے فائدہ اٹھا کر اپنی تجوریاں تو بھر لیتے ہیں لیکن خون پسینہ ایک کرنے والا کسان اور اس کا کنبہ ہمیشہ غربت و افلاس اور قرض کے بوجھ تلے دبے رہتے ہیں۔ وہ ایک ایسے دائرے میں مقید ہو جاتے ہیں جہاں سے نکلنے کی کوئی راہ دکھائی نہیں دیتی۔

احمد ندیم قاسمی اور حیات اللہ انصاری نے اپنے افسانوں میں دیہی زندگی اور کسانوں کو درپیش مشکلات کا کھل کر ذکر کیا ہے۔ انہوں نے حقیقی انداز میں کسان کی حالتِ زار، محرومیوں اور ظالمانہ نظام کے خلاف آواز بلند کی ہے۔ پریم چند اپنے افسانے "سوا سیر گیہوں" میں اس صورتحال کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اب شنکر کو حساب ملتا تو روپے جمع نہ کرتا، کبھی کپڑے لاتا اور کبھی کھانے کی کوئی چیز جہاں پہلے تمبا کو پیا کرتا تھا وہ اب گانجہ اور چرس کا چسکا بھی لگا لیتا ۔اسے اب روپے ادا کرنے کی کوئی فکر نہ تھی۔ گویا اس پر کسی ایک کسی کا ایک پیسہ بھی نہ تھا۔ پہلے لرزہ آ جانے پر بھی وہ کام کرنے ضرور جاتا تھا۔ اب کام پر نہ جانے کا بہانہ تلاش کیا کرتا۔ اسی طرح تین سال گزر گئے ۔پنڈت جی مہاراج نے ایک بار بھی تقاضا نہ کیا۔ وہ ہوشیار شکاری کی طرح تیر بہ ہدف نشانہ لگانا چاہتا تھا۔ پہلے سے شکار کو بھڑکا دینا اس کا شیوہ نہیں تھا ۔"(4)

سرمایہ درانہ اور جاگیر درانہ نظام:

بیسویں صدی اس حوالے سے خصوصی اہمیت کی حامل ہے کہ اس عرصہ میں سرمایہ درانہ اور جاگیر درانہ نظام نے اپنی جڑیں انتہائی مضبوط کر کے غریب اور متوسط طبقے کی آمدنی کے ذرائع کو مفلوج کر کے انہیں اپنا دستِ نگر اور مطیع کر لیا۔ وہ پورے نظام اور وسائل پر قابض ہو گئے جس کے نتیجے میں مزدور اور کسان افلاس کی پستیوں میں گر کر ایک ایک نوالے کے محتاج بن گئے۔

چناں چہ ترقی پسند تحریک سے تعلق رکھنے والے افسانہ نگاروں نے اس جبر اور بربریت کے خلاف آواز بلند کی اور انصاف کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے مزدوروں اور غریبوں کے حق کے لیے اپنے قلم کی طاقت کو استعمال کرتے ہوئے اپنے افسانوں میں بڑھ چڑھ کر لکھا کیونکہ ان کے نزدیک ادب کا مقصد و منبع محض جمالیاتی تسکین نہیں بلکہ ظلم و جبر پر مبنی اس نظام کی تبدیلی تھا۔

کرشن چندر نے خاص طور پر اس نظام کے خلاف شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے اپنے افسانوں میں اس کے خلاف آواز بلند کی۔ ان کے افسانوں میں ایک طرف ان امیروں اور سرمایہ داروں کے بے حس رویے کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے تو دوسری طرف مزدوروں، غریبوں اور کسانوں کی مفلسی، بیچارگی اور حالتِ زار پر ہمدردی ظاہر کی گئی ہے۔ ڈاکٹر شکیل احمد اپنی تصنیف "اردو افسانوں میں سماجی مسائل کی عکاسی" میں بیان کرتے ہیں:

> "مجموعی طور پر یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ ہر افسانہ نگار نے سماجی مسائل کو موضوع بنایا ہے مگر جب ہم افسانوں میں سماجی پس منظر اور مسائل تلاش کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ آخر کہاں کہاں افسانہ نگار نے سماجی نقطہ نظر اپنایا ہے۔ کہاں اس کی نظر سماجی برائیوں پر پڑی ہے اور کیسے اس نے مختلف مسائل پر تفصیلی یا سَرسری نظر ڈالی ہے۔ اس لحاظ سے جب پوری ابتدائی نصف صدی کے افسانوی ادب کا جائزہ لے کر ان میں ان عناصر کی عکاسی دیکھتے ہیں تو یہ اطمینان ہوتا ہے کہ فنکاروں نے اپنے نظریہ احساس اور غور و فکر کے مطابق ان مذکورہ مسائل کو افسانوں کا موضوع بنایا۔"(5)

چناں چہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ بیسویں صدی میں لکھے گئے اردو افسانوں نے معاشی طور پر پسے ہوئے طبقے کی ترجمانی کا فریضہ نہایت عمدگی کے ساتھ سرانجام دیا ہے۔ مختلف افسانہ نگاروں نے نہ صرف ان مسائل پر آواز بلند کی ہے بلکہ اس جابرانہ اور استحصالی نظام کے خلاف عوامی شعور کو بھی بیدار کیا لیکن بعض ناقدین کا یہ کہنا بھی ہے کہ نظریے کو مقدم رکھنے کے لیے بعض افسانہ نگاروں نے فنی لوازم اور ترتیب پر سمجھوتہ بھی کیا ہے جو افسانے کی روح کے خلاف ہے اور اس کی جمالیات کو بھی گزند پہنچی ہے۔ تاہم جدید افسانہ نگاروں کے ہاں نفسیاتی اور علامتی اظہار کے ذریعے ان مسائل کی پیش کش ایک خوش آئند اقدام ہے۔ ڈاکٹر رونق جہاں بیگم اپنی کتاب "اردو افسانے میں حقیقت نگاری" میں رقم طراز ہیں:

> "حقیقت نگاری کوئی جامد و ساکت چیز نہیں ہے جسے ایک ہی فارمولے کے مطابق ہر ایک جگہ فٹ کر دیا جائے بلکہ سماج کے تبدیل شدہ رویے کے ساتھ حقیقت کے پیمانے بھی بدلتے رہتے ہیں اسی کے ساتھ ساتھ انسانی نظریے میں بھی تبدیلی کا ہونا لازمی عمل ہے، سماجی حقیقت پسند اس بات پر زور دیتے ہیں کہ نئے حقیقت پسند ادیب کے لیے ضروری ہے کہ وہ نظریات کی مکمل وضاحت کے ساتھ ہی اس کی تصویر کشی کی جانب مائل ہو۔ سماجی حقیقت نگار انسانی شخصیت کی کلیت کی پیش کش کا تصور رکھتا ہے، وہ انسان کو اس کے مکمل تاریخی پس منظر میں اس کے تمام داخلی و خارجی حقائق کے درمیان رکھ کر ہی سماجی حقیقت پسند ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔"(6)

الغرض بیسویں صدی کے پاکستانی اردو افسانہ نگار اپنے افسانوں میں غریب، متوسط، کسان اور مزدور طبقے کی معاشی بدحالی اور مفلسی کو بنیاد اور مرکزی موضوع کے طور پر سامنے لائے ہیں تاکہ ان مظلوم طبقات کی سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے ہاتھوں ہونے والے استحصال، عورتوں سے رکھا جانے والا ناروا سلوک، امیر و غریب کے درمیان تفاوت اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی کش مکش کو نئی فکری مہارت اور خوبیوں کے ساتھ پیش کیا ہے۔ پاکستانی افسانہ نگاروں نے معاشی مسائل کے ذریعے نہ صرف عوامی و سماجی شعور کو بلند کیا ہے بلکہ رواداری، باہمی احترام، انسانی حقوق اور انصاف کا پیغام بھی پہنچاتے ہیں۔ انہی درج بالا خصوصیات نے اردو افسانے کو بیسویں صدی میں مرکزی مقام دلوانے میں نمایاں اور اہم کردار ادا کیا ہے۔

حوالہ جات

1۔ محمد قمر رئیس، پروفیسر، اردو میں بیسویں صدی کا ادب، دہلی: کاک آفیسٹ پرنٹرس، 2004ء، ص30

2۔ کرشن چندر، مرتبہ: مدثر عباس گوندل، کرشن چندر کے بہترین افسانے، لاہور: صبح نور پبلی کیشنز، 2022ء، ص145،146

3۔ عصمت چغتائی، مرتبہ: مدثر عباس گوندل، عصمت چغتائی کے بہترین افسانے، لاہور: صبح نور پبلی کیشنز، 2022ء، ص 33

4۔ پریم چند، مرتبہ: مدثر عباس گوندل، پریم چند کے بہترین افسانے، لاہور: صبح نور پبلی کیشنز، 2022ء، ص103

5۔ شکیل احمد، ڈاکٹر، اردو افسانوں میں سماجی مسائل کی عکاسی، گورکھپور: آفسٹ پریس، 1984ء، ص47

6۔ رونق جہاں بیگم، ڈاکٹر، اردو افسانے میں حقیقت نگاری، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، 2007ء، ص36

References:

1. Muhammad Qamar Raees, Professor, Urdu Mein Beesween Sadi Ka Adab, Delhi: Cock Offset Printers, 2004, p. 30
2. Krishan Chander, Murattaba: Mudassar Abbas Gondal, Krishan Chander Ke Behtareen Afsane, Lahore: Subh-e-Noor Publications, 2022, pp. 145, 146
3. Ismat Chughtai, Murattaba: Mudassar Abbas Gondal, Ismat Chughtai Ke Behtareen Afsane, Lahore: Subh-e-Noor Publications, 2022, p. 33
4. Prem Chand, Murattaba: Mudassar Abbas Gondal, Prem Chand Ke Behtareen Afsane, Lahore: Subh-e-Noor Publications, 2022, p. 103
5. Shakeel Ahmad, Doctor, Urdu Afsanon Mein Samaji Masail Ki Akasi, Gorakhpur: Offset Press, 1984, p. 47
6. Raunaq Jahan Begum, Doctor, Urdu Afsane Mein Haqeeqat Nigari, Aligarh: Educational Book House, 2007, p. 36